شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصول تجدید معاشیات کا عصری اطلاق، ایک تجزیاتی مطالعہ

Contemporary Application of Shah Waliullah's Principles of Economic Renewal, An analytical study

Dr Saeed Ahmad
Associate Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore:
saeed.is@pu.edu.pk

Professor Dr Muhammad Hammad Lakhvi
Dean Faculty of Islamic Studies, University of the Punjab Lahore:
hammad.is@pu.edu.pk

Abstract:
In the past, socialism and now capitalism are the systems that have taken over the entire human settlement and the basis of both of them is the denial of religion and atheism and the formation of their political and economic systems in the light of this philosophy. They claim to give. This is the reason why they see the solution of all economic and social problems in materialism.Shah Waliullah (may Allah have mercy on him) made great efforts to revive the Islamic economic system and formulated some basic principles of economic renewal, in the light of which, after comparing with the current exploitative economic systems, the fact that Islam gave only the developed economic system can offer viable solutions to all the contemporary economic problems. No one can deny the fact that Shah Waliullah, may God bless him and grant him peace, is an all-round personality, who, with his ijtihad insight and faithfulness, has presented all the thoughts and ideas in his era, they are all capable of being implemented. Whether they are related to the practical application of the four religions or economic and social theories, the thought of Hazrat Shah Sahib has been considered worthy of imitation in every age.

Keywords: Shah Waliullah, Ijtihad, Economic, Socialism, Social theories.

حضرتِ انسان کے "احسنِ تقویم" ہونے کے ناتے سے اس کی تخلیق میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح خالقِ کائنات نے اسے وجود عطا فرمایا ہے، اسی طرح اپنی قدرت کے شاہکار کی تمام ضروریات کا بھی

انتظام فرمایا ہے حتی کہ اس کی بنیادی ضروریات کا لحاظ خلدِ بریں میں بھی رکھا گیا۔ "وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۲۰ . . "[1] کے مصداق تمام مخلوقات کے رزق کو اپنے ذمہ کرم پر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دارالاسباب قرار دیا اور واضح فرمادیا کہ محنت اور کوشش کے بقدر معاش اور اسبابِ معاش فراہم کیے جائیں گے۔ انسان خدا کی عطا کردہ کسبی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خدا کے خزانوں سے بھرپور استفادہ کر سکتا ہے، مگر ضروری ہے کہ جائز اور صحیح ذرائع آمدن کو اختیار کیا جائے اور اس ضمن میں افراط و تفریط سے کام نہ لیا جائے۔

ماضی میں سوشلزم اور اب کیپٹلزم ہی ایسے نظام ہیں، جنہوں نے پوری انسانی بستی کو اپنی لپیٹ میں لیے رکھا ہے اور لیا ہوا ہے اور ان دونوں کی اساس ہی انکارِ مذہب اور الحاد ہے اور اسی فلسفہ کی روشنی میں اپنا سیاسی اور معاشی نظام تشکیل دینے کے مدعی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ معاشی و سماجی مسائل کا حل انہیں مادیت پرستی ہی میں نظر آتا ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی نظامِ معیشت کے احیاء کے لئے سرتوڑ کوششیں کیں اور تجدید معاش کے چند اساسی اصول بھی وضع کیے جن کی روشنی میں موجودہ استحصالی معاشی نظاموں سے تقابل کرنے کے بعد یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ اسلام کا عطا کردہ نظامِ معیشت ہی جملہ معاصر معاشی مسائل کا قابلِ عمل حل پیش کر سکتا ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وہ ہمہ جہت شخصیت ہیں، جنہوں نے اپنی اجتہادی بصیرت اور مومنانہ فراست سے اپنے عہد میں جتنے بھی افکار و نظریات پیش کیے ہیں، وہ سب کے سب قابلِ عمل ہیں ۔ خواہ ان کا تعلق مذاہبِ اربعہ کے مابین عملی تطبیق سے ہو یا معاشی و معاشرتی نظریات سے، حضرت شاہ صاحب کی فکر کو ہر دور میں قابلِ تقلید قرار دیا گیا ہے۔ افکارِ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر پذیرائی زمانۂ قدیم میں اگرچہ نہیں مل سکی، تاہم گلوبلائزیشن کے بعد تکثیری معاشرے (Plural Societies) جس طرح وجود پذیر ہو رہے ہیں، ولی اللہی افکار کی اہمیت و معنویت بھی اجاگر ہو رہی ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ولی اللہی فکر کی روشنی میں تجدیدِ

---

[1] اور ہم نے اس میں تمہارے لیے اسبابِ معیشت پیدا کیے اور ان (انسانوں، جانوروں اور پرندوں) کے لیے بھی جنہیں تم رزق مہیا کرتے ہو۔ (الحجر:۱۵:۲۰)

معاشیات کے اصولوں کا عمیق نظری سے جائزہ لیا جائے اور پھر عصر حاضر میں ان کا اطلاق کر کے معاصر معاشی مسائل کا قابلِ عمل حل پیش کیا جائے۔ سطورِ ذیل میں اس کی تفصیل دی جارہی ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بطور اولین ماہرِ معیشت

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ عظیم مفکر ہیں، جنہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں اسلام کا ایک مکمل معاشی سسٹم اس وقت واضح کیا، جس وقت نہ سوشلزم وجود پذیر ہوا تھا اور نہ ہی سرمایہ دارانہ نظام کا کوئی نام و نشان تھا۔ بابائے معیشت کہلائے جانے والے ایڈم سمتھ (م ۱۷۹۰ء) کی "دولتِ اقوام" (The Wealth of Nations) ۱۷۷۶ء میں اور کارل مارکس کی "داس کیپٹل" (Das Kapital) ۱۸۶۷ء میں منظرِ عام پر آئیں۔ ان ہی کتابوں کی وساطت سے ایڈم سمتھ اور کارل مارکس نے اپنے معاشی نظریات کا پرچار کیا، جو کہ آج تقریباً پوری دنیا میں رائج ہیں۔ جبکہ دوسری جانب کارل مارکس کے معاشی نظریہ سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے اور ایڈم سمتھ کے معاشی نظریہ سے تقریباً چالیس سال پہلے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" میں قرآن و سنت سے اخذ کردہ معاشی نظریات کی بنیاد رکھی۔ ہمارے اس بیانیہ کی تصدیق مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری کے درج ذیل جملے سے بھی ہوتی ہے کہ

> "اس زمانے میں، جبکہ ابھی نہ موجودہ سرمایہ کاری کی پیدائش ہوئی تھی اور نہ سوشلزم کی، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۷۳۴ء میں "حجۃ اللہ البالغۃ" لکھی ہے"۔[2]

غور طلب پہلو یہ بھی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ علم معیشت کی تعریف بنسبت دیگر ماہرینِ معیشت کی تعریفات کے زیادہ واضح اور جامع ہے۔ اکثر ماہرینِ معیشت نے معاشیات کو فقط دولت کا علم قرار دیا ہے یا علم معیشت کو انسانی زندگی کا ایک پہلو ثابت کیا ہے جبکہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ واضح کرتے ہیں کہ علمِ معاشیات کا تعلق انسانی زندگی کے کسی خاص پہلو سے نہیں ہے بلکہ یہ پوری حیاتِ انسانی پر محیط ہے۔

---

[2] رائے پوری، عبدالخالق آزاد، مفتی، خطباتِ ملتان، رحیمیہ مطبوعات، لاہور، (ستمبر ۲۰۲۱ء)، ص:۲۶۱

مذکورہ سطور سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ برصغیر میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ اولین ماہرِ معیشت ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ آپ نے ہی سب سے پہلے معاشی نظریات کا ابلاغ کیا اور دینِ اسلام کے اس پہلو سے عوام و خواص کو روشناس کیا۔

علمِ معاشیات کی ولی اللّٰہی تعریف کی ہمہ جہتی

اسلامی نظام معیشت ایک ایسا منصفانہ نظام ہے جس میں ہر شخص کی اخلاقی، معاشرتی اور معاشی بہبود کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظام کا کوئی متبادل ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ دوسرے کسی نظام معیشت میں وہ وسعت اور ہمہ گیریت نہیں ہے جو اسلامی نظام معیشت اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ ملاحظہ کیجیے کہ مشہور ماہرِ معیشت ایڈم سمتھ کے نزدیک معاشیات، دولت کے مطالعہ سے عبارت ہے۔[3] جب کہ الفریڈ مارشل اسے انسانی زندگی کے ایک پہلو کا علم قرار دیتا ہے۔[4] دوسری جانب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ دیانت اور سمت صالح[5] جیسے اخلاقِ فاضلہ، تجربی علوم[6] اور مصلحتِ عامہ[7] کے تقاضوں کے مطابق اپنی ضروریات و حوائج کی تسکین کرنے کے علم کو معاشیات قرار دیتے ہیں۔[8]

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ تعریف میں حوائج[9] کے الفاظ استعمال فرما کر واضح کرتے ہیں کہ ہر خواہشِ نفسانی کو حاجت کا نام نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ ہر فردِ بشر میں معاشی حوالہ سے سینکڑوں خواہشات جنم لیتی ہیں،

---

[3] Samuel Hollander, The Economics of Adam Smith, University of Toronto Press, Scholarly Publishing Division, (1973), P#. 10

[4] Alfred Marshall, Principles of economics, Macmillan Publishers, London, (1990), Vol. 1, P# 1

5 وضعداری وغیرہ

6 علم ودانش کے مسلمہ اصولوں اور تجربوں سے ہم آہنگ اسبابِ معیشت

7 وسائلِ معیشت کے حصول کا اجتماعی مفاد کے تقاضوں کے مطابق ہونا

8 شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، البدور البازغۃ، مدینہ برقی پریس بجنور، یوپی، (۱۳۵۴ھ)، ص:۵۵

9 حوائج، حاجت کی جمع ہے یعنی حاجات

جن کی تکمیل کسی صورت بھی ممکن نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا یہ ایک لابدی امر ہے کہ انسانی احتیاجات کی تعیین کی جائے اور انہیں معیار کے سانچے میں پرکھا جائے۔ اسی صورت میں حوائج کی تعیین ممکن ہے۔ حوائج کی تعیین کے بعد یہ بھی از حد ضروری ہے کہ ان کی تکمیل کے لیے اسباب و ذرائع قائم کیے جائیں، تاہم ضروری ہے کہ یہ اسباب بھی معیار کے سانچے میں پرکھنے کے بعد اختیار کیے جائیں۔ ان احتیاجات کی تکمیل کی بنیادی ضرورت یہی ہے کہ علمِ معیشت کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ اس کی بدولت انسانی احتیاجات اور ضروریات کی تکمیل ہو سکے اور یہ بھی واضح ہے کہ اگر کوئی شے اپنے مقصد سے منحرف ہو جائے تو وہ بے فائدہ ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ معاشیات کی تعریف میں ہی اس علم کی غرض و غایت کو بھی بیان کر دیا، جو کہ آپ کی فہم و فراست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مذکورہ بحث کے تناظر میں بلا کم و کاست یہ کہا جا سکتا ہے کہ نامور ماہرینِ معاشیات، ولی اللہی افکار و تصورات کے ہی خوشہ چین ہیں۔ دیگر معاصر ماہرینِ معیشت نے اگرچہ اپنے اپنے منفرد افکار و نظریات کا پرچار کیا، تاہم اس فکر کی بنیاد شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی قائم کی تھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے امت کی ہچکولے کھاتی ناؤ کو سنبھالا دینے کے لئے اس پسماندہ دور میں معاشیات کی بہتری کے لئے تجدیدِ معاش کے چند اصول متعین فرمائے، جس سے نہ صرف یہ کہ آپ کی قطبیت اور مجددیت آشکار ہوتی ہے بلکہ عصر حاضر میں فکرِ ولی اللہی سے استفادہ کے نئے میادین بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ اصولِ تجدیدِ معاشیات کا عصری اطلاق پیش کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

تجدید معاش کی ضرورت و اہمیت اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تجدیدی فکر

معاشیات اور اقتصادیات اس دور کا بڑا سلگتا ہوا موضوع ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ دنیا بھر پر استعماری طاقتوں کے قبضے کے بعد معاشیات و اقتصادیات کے تصورات زندگی کے باقی تمام زاویوں پر غالب ہو چکے ہیں۔ علم و فکر اور سیاست و مذہب سمیت ہر چیز معاشی اور اقتصادی سرگرمیوں کے تابع ہے۔ موجودہ حالات کے تناظر میں تعلیماتِ اسلامیہ کی روشنی میں علمی اور فنی طور پر معاشی علوم پر غور و فکر کے ذریعے تجدیدِ معاش کی کوشش کرنا از بس ضروری ہے اور یہی عصر حاضر کی سب سے بڑی ضرورت بھی ہے۔

اقوامِ عالم میں معاشی طور پر مستحکم ممالک ہی قوانین بناتے اور ان کا نفاذ کرتے ہیں۔ اگر ہماری معیشت اسلامی بنیادوں پر استوار ہو گی تو یقیناً اسلامی قوانین کے نفاذ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے گا۔ علاوہ ازیں اجتماعی سطح پر اصلاح کے لیے معاشی نظام اور معاشرتی رویے دونوں میں انقلابی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ یہ بات ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے کہ معاشرتی انقلاب اور تبدیلیاں محض قانون سے نہیں ہوا کرتیں، قانون بھی ایک درجے میں ضروری ہے لیکن اصل تبدیلی اور اصلاح ایمان وعقیدہ اور اخلاق وعادات کے ذریعے ہوتی ہیں اور اس کے لیے مسلسل فکری اور سماجی جدوجہد درکار ہے۔

معاشیات واخلاقیات میں باہمی ربط کے تجدیدی نظریہ کا عصری اطلاق

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تجدید معاش کی اسی ضرورت واہمیت کے پیشِ نظر معاشیات واخلاقیات میں باہمی ربط کا تجدیدی نظریہ پیش کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معاشی فلسفہ کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ آپ نے علم الاخلاق اور علم المعیشت کو باہم مربوط انداز میں پیش کیا ہے۔ آپ کے نزدیک اصلاحِ معیشت کا مدار اصلاحِ اخلاق پر مبنی ہے۔ یعنی اگر اخلاق کی اصلاح ہو جائے پھر معیشت خود بخود درست سمت میں چل پڑتی ہے۔ اخلاق کی اصلاح ہونے کی صورت میں تاجر حضرات اپنے آپ کو دھوکا دہی، ذخیرہ اندوزی اور فریب کاری جیسی بیماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں، نتیجتاً ان برائیوں کے سبب سے پھیلنے والے معاشی نقصانات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور یوں اصلاحِ اخلاق کی بدولت اصلاحِ معاش کا عمل وجود پذیر ہو جاتا ہے۔ شاہ صاحب کی اسی فکرِ انضمام کے حوالہ سے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاری رقمطراز ہیں:

> ”شاہ ولی اللہ کی مشہور کتاب ”حجۃ اللہ البالغۃ“ وہ پہلی کتاب ہے جس نے ہم کو اس بیش قیمت علمی نظریہ سے روشناس کرایا کہ اجتماعی علم الاخلاق کی فلاح وسعادت اجتماعی معاشیات کے عادلانہ نظام پر موقوف ہے اور یہ کہ دنیا کی قوموں کا اجتماعی اخلاق اس وقت تک صحیح اور بہتر

نہیں ہو سکتا جب تک ان کے درمیان ایک ایسا اجتماعی نظام قائم نہ ہو جائے جو افراط و تفریط سے پاک عادلانہ اصول رکھتا ہو"۔[10]

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اخلاق و معیشت میں باہمی ربط قائم کرنے کے لیے طہارت و پاکیزگی، عاجزی و انکساری، صبر و استقامت، جود و سخا اور عدالت جیسے اوصاف کا اپنانا ناگزیر ہے۔ طہارت و پاکیزگی کا وصف اس لیے ضروری ہے کہ جب انسان کی فطرت صحیح ہوتی ہے تو یقینی طور پر اس کا مزاج بھی صحیح ہو جاتا ہے۔ طہارت کی بدولت اگر جسمانی صفائی اور پاکیزگی کا اہتمام ہوتا ہے تو وہیں باطنی پاکیزگی کا حصول بھی ممکن ہو پاتا ہے، کیونکہ احادیث کے مطابق وضو، گناہوں کو دھونے کا سبب ہے، یہی وجہ ہے کہ محسوس کیا جاتا ہے کہ باوضو انسان نیکیوں کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور گناہوں سے زیادہ دور بھاگتا ہے۔ اسی کی بدولت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب طہارت و پاکیزگی کی یہ صفت چاروں اطراف سے انسان کا احاطہ کر لیتی ہے تو انسان نورانی کیفیات کے حصار میں آجاتا ہے اور اس میں فرشتوں کا الہام دیکھنے اور اسے قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔"[11]

یوں وہ انسان معاملات میں مروجہ برائیوں سے کوسوں دور رہتا ہے۔

عاجزی و انکساری کا وصف اس لیے ناگزیر ہے کہ اس وصف کی بدولت انسان کے کمالات کا اظہار ہوتا ہے اور وہ عجز و انکسار کی بدولت دوسروں کو خود سے کمتر یا حقیر تصور نہیں کرتا، نتیجتاً اس خلق کی بدولت معیشت کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

---

[10] سیوہاری، حفظ الرحمٰن، مولانا، اخلاق و معاشیات کا باہمی ربط، سلسلہ مطبوعات: ۲۶، شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن، ط۔۳، (نومبر، ۲۰۲۰)، ص:۶۔۷

[11] شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، (المتوفی: ۱۱۷۶ھ) حجۃ اللہ البالغۃ، دار الجیل، بیروت، لبنان، ط۔۱، (۱۴۲۶ھ)، ج:۱، ص:۱۰۷ (ملخصًا)

صبر و استقامت اور جود و سخا کے اوصاف انسان کو مصائب برداشت کرنے اور خوش حالی میں شکر ادا کرنے کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ اس صورت میں انسان خوش حالی کو اپنی محنت کا شاخسانہ قرار نہیں دیتا اور ہر قسم کی برائی وغیرہ سے اپنے نفس کو روک کر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ خوش حالی میں عیش پرست ہو جاتا ہے اور تعیش پسندی اس کی فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہے۔ محض معیشت کی اصلاح انسان کو مختلف قسم کی برائیوں میں مبتلا کر دیتی ہے اور نفسِ انسانی لذات کا عادی ہو جاتا ہے۔ ان اغراض و مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے انسان اس قدر مستغرق ہو جاتا ہے کہ کسی اور جانب اس کا دھیان ہی نہیں ہوتا۔ وہ ہر قسم کی اخلاقیات کو ترک کر دیتا ہے لیکن جب خوش حالی میں انسان جود و سخا کا مظہر بن جائے اور مصائب میں شکوہ و شکایت کی بجائے صبر و استقامت کا پیکر بن جائے تو معیشت بگاڑ کا شکار نہیں ہوتی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بقول:

"فَإِن كَانَت سَمْحَة خرجت من تِلْكَ المضايق كَأَن لم تكن فِيهَا قطّ۔۔ فَمَا كَانَ مِنْهُمَا فِي المَال يُسمى سخاوة وشحا، وَمَا كَانَ فِي دَاعِيَة شَهْوَة الْفرج أَو الْبَطن يُسمى عفة وشرة، وَمَا كَانَ فِي دَاعِيَة الرَّفَاهِيَة والنبو عَن المشاق يُسمى صبرا وهلعا[12]"

"اگر نفوسِ انسانی میں قوتِ سماحت پیدا ہو جائے تو وہ ان تنگنائیوں سے ایسے نکل جاتے ہیں، گویا وہ اس میں کبھی پڑے ہی نہیں۔ اگر سماحت[13] اور شحیحت[14] کی صفات کا تعلق مال و دولت سے ہو، تو اسے سخاوت و بخل کا نام دیا جاتا ہے، اگر ان کا تعلق شرمگاہ یا شکم کی خواہشات سے ہو تو اسے عفت اور شہوت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر ان کا تعلق آسائش اور مشقتوں کے دور ہونے سے ہو تو اسے صبر اور بے صبری سے موسوم کیا جاتا ہے۔"

---

12 شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ج:۱، ص:۱۰۷۔۱۰۸ (ملخصًا)

13 فیاضی اور فراخ دلی

14 بخل اور رتنگ دلی

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس وصف کے لیے "سماحت" کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے جس کا مفہوم بہت وسیع ہے، جیسا کہ آپ کی اپنی وضاحت سے ظاہر ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھی صفت "عدالت" ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اجتماعی اخلاق کے لئے عدالت کی صفت کو ہی اصل اور معیار قرار دیا ہے۔ عدالت کے اس وصف کی جامعیت کے سبب حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ صراحت کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں کہ جب عدالت کی صفت آدمی میں خوب جم جاتی ہے تو اس میں اور حاملینِ عرش اور مقربینِ بارگاہ فرشتوں میں شرکت ہو جاتی ہے اور یوں ایسے انسان کو فطرتِ سلیمہ عطا ہوتی ہے اور اس کے قلب پر برکاتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور اس کے اور فرشتوں کے درمیان فیضان کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

مذکورہ بالا تمام اوصاف نہ صرف تجدیدِ معاش کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتے ہیں بلکہ ان کو اختیار کرنے کی صورت میں کسی بھی ملک و قوم کی معیشت میں یقینی طور پر بہتری کے آثار پیدا ہوں گے۔

ذرائع معیشت کے انتخاب کا تجدیدی نظریہ اور اس کا عصری اطلاق

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معیشت کا مقصدِ اولین حوائجِ انسانی کی تکمیل ہے۔ حوائج کو پورا کرنے کے مختلف ذرائع ہو سکتے ہیں جنہیں ذرائعِ معیشت کہا جا سکتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کون سا ذریعہ اختیار کیا جائے جو تکثیری معاشروں کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر جگہ قابلِ قبول بھی ہو اور مستحسن بھی۔ اس حوالہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ تین بنیادی اصول بیان فرماتے ہیں۔ آپ کے نزدیک بنیادی احتیاجات کی تکمیل کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جائے، اس کے لیے درج اصولوں پر عمل درآمد ضروری ہے۔

1- پہلا اصول یہ ہے کہ وہ دین اور اعلیٰ اخلاقی اقدار سے مزاحم نہ ہو۔[15] یعنی حصولِ معیشت میں تمام جائز و ناجائز ذرائع اور اسباب سے استفادہ نہ کیا جائے بلکہ اس ضمن میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی رعایت نہایت ضروری ہے۔ دراصل حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ عرب و عجم سمیت دنیا بھر کے تمام مذاہب اور ملل کا جائزہ لینے

[15] شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، البدور البازغۃ، مدینہ برقی پریس بجنور، یوپی، (۱۳۵۴ھ)، ص:۵۵

کے بعد چند اخلاقِ فاضلہ کی تعیین کی جائے، جن پر ساری دنیا متفق ہو۔ پھر انہی اخلاقِ فاضلہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ذرائعِ معیشت اختیار کیے جائیں۔ اگر کوئی ذریعہ معیشت طے کردہ اخلاقِ فاضلہ کے خلاف ہو تو اس کی زجر و توبیخ کی جائے۔

2۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرا اصول یہ ہے کہ اسبابِ معیشت اختیار کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جائے کہ وہ علم و دانش کے مسلمہ اصولوں اور تجربوں سے ہم آہنگ ہوں[16]۔ چوں کہ زمانہ مسلسل ارتقاء پذیر ہے اور پتھر کے دور کے انسان کی ضروریات اور عصر حاضر کے انسان کی ضروریات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ لہٰذا اسبابِ معیشت کو امم ماضیہ پر قیاس کرنا کسی طور بھی درست نہیں ہو گا۔ گویا آپ کی خواہش یہ ہے کہ ذرائعِ معیشت اختیار کرنے سے قبل ان کے بارے میں سابقہ ادوار کی ایجادات کو بھی پیش نظر رکھا جائے اور بوقت ضرورت اس ٹیکنالوجی سے استفادہ کرتے ہوئے تجربات کی روشنی میں ذرائعِ معیشت اختیار کیے جائیں۔

3۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیسرا اصول یہ ہے کہ ذرائعِ معیشت کا انتخاب مصلحت عامہ اور اجتماعی مفاد کے تقاضوں کے مطابق ہو۔[17] اس کی وجہ یہ ہے کہ عین ممکن ہے کہ فردِ واحد کی حاجت و ضرورت کے انفرادی نقطۂ نظر سے پورا کرنے میں معاشرہ کی اجتماعی حیثیت کو نقصان پہنچتا ہو، جیسے کوئی شخص اپنے مفاد کی خاطر آبادی کے قریب کوئی ایسا کارخانہ قائم کر لیتا ہے، جس سے پیدا شدہ آلودگی افرادِ معاشرہ کو متاثر کرتی ہو اور انہیں نقصان پہنچاتی ہو۔ اس صورت میں کسی بھی فردِ بشر کو یہ اجازت قطعاً نہیں دی جائے گی کہ وہ اپنے مفادات کی خاطر معاشرتی مفادات کو قربان کرے، لہٰذا اسبابِ معیشت کا اجتماعی مفاد سے ہم آہنگ ہونا از حد ضروری ہے۔

سطورِ بالا کی روشنی میں واضح ہوا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذرائعِ معیشت کے انتخاب کا بیان کردہ تجدیدی نظریہ عصر حاضر، جب کہ دنیا گلوبلائز ہو چکی ہے، میں بھی قابلِ عمل ہے۔ اقوامِ متحدہ کے پلیٹ فارم سے اس کاوش کا آغاز کیا جا سکتا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر ایسے ذرائعِ معیشت کا خاتمہ کیا جائے جو اخلاقیات کے تقاضوں کے

---

[16] شاہ ولی اللہ، البدور البازغۃ، ص:۵۵

[17] شاہ ولی اللہ، البدور البازغۃ، ص:۵۵

برخلاف ہوں۔ اس ضمن میں بردہ فروشی، جوا اور سود وغیرہ کے تمام اخلاقیات سوز کاروبار کا خاتمہ بھی ممکن ہے۔ فی زمانہ ان اصولوں کی روشنی میں تجدیدِ معاش کی از حد ضرورت ہے۔

کسبِ معاش میں افراط و تفریط سے ممانعت کا تجدیدی نظریہ اور اس کا عصری اطلاق

ہر زمانہ میں انسان نے اپنے معاشی مسائل کے حل اور ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کے لیے مختلف ذرائع اختیار کیے ہیں۔ پہلے پہل رزق کے تمام ذرائع زمین میں تھے اور حیاتِ انسانی کا پہلا دور اسی زمین کی پیداوار پر اکتفا کرتا تھا۔ صدیوں تک یہی عمل جاری رہا، پھر تہذیب و تمدن کے بڑھنے سے نئے نئے ذرائع معاش بھی وجود میں آنے لگے اور یوں مصنوعات کے دور کا آغاز ہوا۔ رفتہ رفتہ معیشت کی جدید شکلیں اور نظریات وجود پذیر ہوئے اور دنیا سکوں سے کاغذی کرنسی اور اب نوبت کاغذی کرنسی سے ڈیجیٹل کرنسی تک پہنچ گئی ہے کہ ضرورت مند خریداری کر کے عوض میں کاغذی نوٹ دینے کے بجائے تاجر کو کارڈ دکھاتا ہے اور اپنی مطلوبہ اشیاء حاصل کر لیتا ہے۔

ان تمام ادوار میں محنت اور کوشش کے بقدر معاش اور اسبابِ معاش فراہم کیے جاتے رہے اور کسبِ معاش کے مختلف ذرائع وجود میں آتے رہے۔ اسلامی نظامِ معیشت کا یہ اصول ہے کہ کسبِ معاش میں افراط و تفریط سے کام نہ لیا جائے بلکہ جائز اور صحیح ذرائع آمدن ہی اختیار کیے جائیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

"أَن الله تَعَالَى لمَّا خَلَقَ الْخَلْقَ، وَجَعَلَ مَعَايِشهمْ فِي الأَرْض، وأباح لَهُم الِانْتِفَاع بِمَا فِيهَا وَقعت بَينهم المشاحة والمشاجرة. فَكَانَ حكم الله عِنْد ذَلِك تَحْرِيم أَن يزاحم الْإِنْسَان صَاحبه فِيمَا اخْتصَّ بِهِ لسبق يَده إِلَيْهِ. أَو يَد مُوَرِثه. أَو لوجه من الْوُجُوه الْمُعْتَبرَة عِنْدهم إِلَّا بمبادلة أَو تراض مُعْتَمد على علم من غير تَدْلِيس وركوب غرر۔"[18]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا اور زمین میں ان کا رزق مقرر فرمایا اور ان کے لئے زمین کی پیداوار سے منتفع ہونے کو مباح قرار دیا تو ان میں حرص و نزاع واقع ہوا۔ پس اس

18 شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ج:۲، ص:۱۶۰

صورت حال کے پیش نظر حکم خداوندی ہوا کہ کوئی شخص دوسرے شخص کے لئے مخصوص کی گئی چیز میں مزاحمت نہ کرے خواہ وہ اختصاص قبضہ میں سبقت لے جانے کی وجہ سے ہو یا اس کے مورث کے قبضہ میں سبقت کی وجہ سے ہو یا کسی دوسری وجہ سے ہو جو لوگوں کے درمیان معتبر ہوتی ہے سوائے تبادلہ یا باہمی رضامندی کے، جس کا مدار علم ہو اور فریب و دھوکہ کا اس میں دخل نہ ہو۔"

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس نظریہ کو انتفاعِ معیشت کا نظریہ قرار دیا گیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک روزِ اول سے ہی انسانیت کے وسیع تر مفادات کے پیشِ نظر انتفاع کے نظریہ کو واضح کر دیا گیا تھا لیکن واضح رہے کہ انتفاع کی بنیاد باہمی رضامندی پر ہوتی ہے۔ اس کے بغیر انتفاع درست نہیں ہو سکتا۔

عصر حاضر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ اقوامِ عالم کو اس وقت جس مسئلے کا سامنا ہے وہ معیشت کی کمزوری ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں معیشت تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے، جس کی بنیادی وجہ کرونا وائرس سے بچاؤ کے لیے کی جانے والی احتیاطی تدابیر تھیں۔ باقی رہی سہی کسر حالیہ یوکرائن کی جنگ نے پوری کر دی۔ اس تمام تناظر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ بین الاقوامی سطح پر باہمی نظریۂ انتفاع کو فروغ دیا جائے۔ غور طلب پہلو یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا ہے کہ انتفاع کی بنیاد رضامندی پر ہوتی ہے، گویا ایسا معاملہ جس میں جانبین میں سے کوئی ایک مجبور ہو، وہ انتفاع کے دائرے سے نکل جاتا ہے، لہٰذا انتفاع کے لیے باہمی قلبی رضامندی از حد ضروری ہے۔

باہمی معاشی تعاون اور ولی اللّٰہی نظریہ کا عصری اطلاق

کائنات کے نظام کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ تعاون کے بغیر کارخانۂ قدرت کا چلنا محال ہے۔ مثال کے طور پر اگر سورج زمین سے تعاون کرنے سے انکاری ہو جائے تو فصلیں نہیں پک سکیں گی۔ اگر ہوائیں بادلوں کے ساتھ معاونت سے منکر ہو جائیں تو زمین پر قحط کا سماں ہو جائے اور اگر آگ لوہے سے تعاون نہ کرے تو سارے کارخانے بے کار ہو جائیں۔ واضح ہوا کہ معاونت انسانی زندگی ہی نہیں بلکہ پورے کارخانۂ قدرت کے چلنے کے لیے ضروری ہے، حتیٰ کہ انسانی زندگی میں بگاڑ اسی وقت آتا ہے، جب انسانوں کے مابین باہمی تعاون ماند پڑ جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انسانی معیشت باہمی معاونت کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی، کیونکہ افرادِ معاشرہ مختلف النوع اور مختلف الطبع ہونے کے سبب اشیائے مختلفہ کے محتاج ہوتے ہیں، اس لئے ان حاجات کی

تسکین کے لئے تعاونِ باہمی از حد ضروری ہے۔یوں سرمایہ اور گردشِ دولت کی بدولت افرادِ معاشرہ کی معیشت میں بہتری پیدا ہو گی۔ آپ فرماتے ہیں:

لما كَانَ النَّاس مدنيين بالطبع لَا تستقيم مَعَايشهمْ إِلَّا بتعاون بَينهم نزل الْقَضَاء بِإِيجَاب التعاون، وَألا يَخْلُو أحد مِنْهُم مِمَّا لَهُ دخل فِي التمدن إِلَّا عِنْد حَاجَة لَا يجد مِنْهَا بدا۔[19]

"انسان چوں کہ مدنی الطبع یعنی معاشرے میں مل جل کر رہنے والا واقع ہوا ہے، لہٰذا اس کی معیشت باہمی معاونت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی، اس لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے معاونت کے وجوب کا حکم نازل ہوا اور یہ حکم بھی نازل ہوا کہ حاجتِ شدیدہ کے بغیر کسی فرد کو ایسے امور سے کنارہ کش ہونے کا کوئی اختیار نہیں ہے، جو تہذیب و تمدن میں داخل ہوں"۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے افکار میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ افزائشِ مال اسی وقت ممکن ہے جب باہمی تعاون حاصل ہو گا۔ اس ضمن میں آپ تعاونِ باہمی کی چند صورتوں کو بطورِ تمثیل پیش کرتے ہیں کہ ان میں سے کون کون سی صورتیں پسندیدہ ہیں اور کون کون سی صورتیں ناپسندیدہ ہیں؟ افزائشِ مال بذاتِ خود مستحسن عمل ہے، لیکن اگر اس افزائشِ مال میں باہمی تعاون کی صورتیں نہ پائی جائیں تو افزائشِ مال ممدوح کی بجائے مذموم قرار دیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسی حقیقت کی ترجمانی بایں الفاظ کرتے ہیں:

"فَإِن كَانَ الاستنماء فِيهَا بِمَا لَيْسَ لَهُ دخل فِي التعاون كالميسر، أَو بِمَا هُوَ ترَاض يشبه الاقتضاب كالربا، فَإِن الْمُفلس يضْطَر إِلَى الْتِزَام مَا لَا يقدر على إيفائه، وَلَيْسَ رِضَاهُ رضَا فِي الْحَقِيقَة، فَلَيْسَ من الْعُقُود المرضية وَلَا الْأَسْبَاب الصَّالِحَة، وَإِنَّمَا هُوَ بَاطِل وسحت بِأَصْل الْحِكْمَة المدنية۔"[20]

---

19 شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ج:۲، ص:۱۶۰

20 شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ج:۲، ص:۱۶۰

''پس اگر مال کا بڑھانا اس ذریعہ سے ہو کہ اس میں لوگوں کی معاونت کو دخل نہ ہو جیسے قمار بازی یا ایسی باہمی رضامندی جس میں مجبور ہونے کے معنٰی پائے جاتے ہوں جیسے سود، کیونکہ مفلس آدمی اپنی تنگ دستی کی وجہ سے خود پر کوئی ایسی چیز لازم کر لیتا ہے جس کے ایفاء پر وہ قدرت نہیں رکھتا، اس صورت میں اس کی رضامندی حقیقت میں رضامندی نہیں ہو گی۔ پس ایسے عقود اسبابِ صالحہ اور پسندیدہ عقود کے قبیل سے نہیں ہیں کیونکہ حکمتِ مدنیہ کی بنا پر یہ عقود باطل اور حرام ہیں''۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات کے مطابق حیاتِ معیشت کی استواری کے لئے ضروری ہے کہ باہمی تعاون کو فروغ دیا جائے۔ پھر تعاون میں ضروری ہے کہ وہ باہمی رضامندی پر استوار ہو۔ بامر مجبوری کیا جانے والا تعاون اس قسم میں شامل نہیں ہو گا جیسے سود وغیرہ میں اگرچہ فریقین کی رضامندی ہوتی ہے تاہم اس میں مجبوری کا امر شاملِ حال ہوتا ہے، اس وجہ سے اسے تعاون میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے معاونتِ باہمی کے وجوب کا قول نقل فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح افرادِ معاشرہ کی طبائع مختلف ہوتی ہیں، اسی طرح وہ جداگانہ صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ لہٰذا ضروری طور پر یہ حکم نازل ہوا کہ آپس میں تعاون کو رائج کیا جائے تاکہ ضروریاتِ زندگی کی اشیاء صرف چند افراد پر منحصر ہو کر نہ رہ جائیں بلکہ تمام افرادِ معاشرہ ان سے مستفید ہو سکیں۔

عصر حاضر میں اگر باہمی تعاون کے ان اصولوں کو پیشِ نظر رکھ کر احیائے معیشت کا بیڑا اٹھایا جائے تو یقیناً تجدیدِ معاشیات کا خواب پورا ہو سکتا ہے، کیوں کہ انسان مل کر ہی معاشرہ تشکیل دیتے ہیں اور جب معاشرتی طور پر تعاون حاصل ہو گا، یقیناً معیشت میں بھی بہتری ہو گی۔

افزائشِ مال اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی نظریہ کا عصری اطلاق

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیدائشِ دولت کا اصل الاصول ان قدرتی مادی اشیاء کی حفاظت کرنا ہے، جن پر کسی کا قبضہ نہ ہو۔ آپ کے بیان کردہ اصولِ تجدیدِ معاشیات کے مطابق افزائشِ مال از حد ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ کے تحت مال میں نمو یا اضافہ نہ ہو رہا ہو تو اس سے فسادِ معیشت لازم آتا ہے۔ اس لئے آپ نہ صرف

یہ کہ افزائشِ مال پر زور دیتے ہیں بلکہ اس کے لئے راستے بھی ہموار کرتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات کے مطابق افزائشِ مال اسی وقت ممکن ہے جب باہمی تعاون حاصل ہو گا۔

وَأَيْضًا فَأصل التَّسَبُّب حِيَازَة الْأَمْوَال الْمُبَاحَة أَو استنماء مَا اخْتصَّ بِهِ مِمَّا يستمد من الْأَمْوَال الْمُبَاحَة كالتناسل بالرعي، والزراعة بإصلاح الأَرْض وَسقي المَاء، وَيشْتَرط فِي ذَلِك أَلا يضيق بَعضهم على بعض بِحَيْثُ يُفْضِي إِلَى فَسَاد التمدن۔ [21]

"پس اصل سبب اموالِ مباحہ کی حفاظت کرنا یا اموالِ مباحہ کی مدد سے اس مال کا بڑھانا ہے جیسے چرانے سے مویشی کی نسل کا بڑھانا اور زمین کی اصلاح اور پانی دینے سے زراعت کرنا ۔اس میں شرط یہ ہے کہ بعض لوگ بعض پر تنگی نہ کریں جس سے تمدن کا فساد لازم آئے"۔

افزائشِ اموال کے اس عمل میں ضروری ہے کہ کوئی فرد دوسرے افرادِ معاشرہ کے لئے تنگی کا باعث نہ بن رہا ہو، وگرنہ تمدن کا فساد لازم ہو گا۔ اگر مالِ مباح تو ہو لیکن اس میں نمو اور اضافہ نہ ہو تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بھی فسادِ معیشت کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ اس لئے آپ مال کی نمو پر زور دیتے ہیں۔

عصر حاضر میں غیر آباد زمینوں کی آبادکاری کے ذریعے اس اصول کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ خاص طور پر ایسی زمینوں کو آباد کرنا جو زرخیز ہوں۔ ہمارے وطن پاکستان میں ملک کے طول و عرض میں موٹروے کا جال بچھا ہوا ہے۔ موٹروے کے اطراف و اکناف میں جو زمینیں ہیں، ان زمینوں کو مختلف اشجار و اثمار سے آباد کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً سرگودھا کی جانب موٹروے کے ساتھ ساتھ مالٹے کے درخت جبکہ ملتان اور اس کے ملحقہ علاقہ جات میں موٹروے کے آس پاس آم کے درخت لگا دیے جائیں، اس صورت میں یقیناً ہم فکر ولی اللہی سے عملی طور پر استفادہ کر سکیں گے۔ زمینوں کی آبادکاری کے اسی تصور کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں:

فَكَانَ الحكم حِينَئِذٍ أَلا يهيج أحد مِمَّا سبق إِلَيْهِ من غير مضارة، فالأرض الْمَيتَة الَّتِي لَيست فِي الْبِلَاد وَلَا فِي فنائها إِذا عمرها رجل فقد سبقت يَده إِلَيْهَا

[21] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ج:۲، ص:۱۶۰

من غير مضارة، فَمن حكمه إِلَّا يهيج عَنْهَا، وَالْأَرْض كلهَا فِي الْحَقِيقَة بِمَنْزِلَة مَسْجِد أَو رِبَاط جعل وَقفا على ابناء السَّبِيل وهم شُرَكَاء فِيهِ، فَيقدم الأسبق فالأسبق۔[22]

"پس اس وقت یہ حکم دینا مناسب ہوا کہ کوئی شخص جس نے کسی کو نقصان پہنچائے بغیر کسی چیز پر قبضہ کر لیا ہے، اس سے وہ چیز نہ چھینی جائے۔ پس مردہ (بنجر) زمین جو شہروں میں نہ ہو اور نہ ہی شہروں کے اطراف میں ہو، جب ایسی زمین کو کوئی شخص سب سے پہلے آباد کرے جبکہ اس نے کسی کو ایذا بھی نہ دی ہو تو وہ شخص ہی اس زمین کا مالک ہو گا، اس کی ملکیت سے زمین کو نکال لینا نا مناسب ہے۔ تمام زمین مسجد کے قائم مقام ہے یا رباط کے قائم مقام ہے جسے مسافروں کے لئے وقف کیا جاتا ہے اور سب مسافر لوگ رباط میں شریک ہیں۔ ہر مقدم کو اپنے مؤخر پر تقدم حاصل ہے۔"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ احیائے اموات (بنجر زمینوں کی آباد کاری) کے حوالے سے اپنا موقف بالصراحت واضح فرمایا ہے کہ زمین کو ابتدا میں آباد کرنے والا ہی اس کا مالک متصور ہو گا۔ زمینوں کی طرح ملک کے مختلف علاقہ جات میں ٹرین کی پٹڑی کے جال بچھے ہوئے ہیں، جو کہ اب استعمال میں نہیں ہیں۔ ان پٹڑیوں کو دوبارہ سے استعمال میں لایا جائے اور افزائشِ مال کے لیے ان سے مدد لی جائے تو یقیناً ہماری معیشت بہتری کی جانب گامزن ہو گی۔

حاصلِ کلام

اسلامی نظام معیشت ایک ایسا منصفانہ نظام ہے جس میں ہر شخص کی اخلاقی، معاشرتی اور معاشی بہبود کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظام کا کوئی متبادل ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ دوسرے کسی نظام معیشت میں وہ وسعت اور ہمہ گیریت نہیں ہے جو اسلامی نظام معیشت اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلوی

---

[22] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ج:۲، ص:۱۶۰۔۱۶۱

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے افکار کی تدوین اٹھارویں صدی عیسوی میں کی۔ یہ وہ صدی ہے جس میں مغربی اقوام کے اندر لادینی سیاست اور مادہ پرستانہ علوم کا ظہور ہوا۔ دوسری جانب برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت تقریباً سات صدیوں کے غلبہ کے بعد روبہ زوال ہو چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور اپنے افکار و نظریات کے ذریعے اس مشن کو مکمل کیا۔

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وہ ہمہ جہت شخصیت ہیں کہ انہوں نے اپنے عہد میں جتنے بھی افکار و نظریات پیش کیے ہیں، وہ سب کے سب قابلِ عمل ہیں۔ خواہ ان کا تعلق مذاہبِ اربعہ کے مابین عملی تطبیق سے ہو یا معاشی و معاشرتی نظریات سے، حضرت شاہ صاحب کی فکر کو ہر دور میں قابلِ تقلید قرار دیا گیا ہے۔ افکارِ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر پذیرائی زمانۂ قدیم میں اگرچہ نہیں مل سکی، تاہم دنیا کے گلوبلائز ہونے کے بعد جیسے جیسے تکثیری معاشرے (Plural Societies) وجود پذیر ہو رہے ہیں، ولی اللہی افکار کی اہمیت و معنویت بھی اجاگر ہو رہی ہے۔ مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہوتا ہے:

1. شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بلا شبہ برصغیر کے اولین ماہرِ معیشت ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ آپ کے نزدیک علمِ معیشت کا ایک بڑا مقصد انسانی احتیاجات اور ضروریات کی تکمیل ہے۔

2. آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معاشی فلسفہ کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ آپ نے علم الاخلاق اور علم المعیشت کو باہم مربوط انداز میں پیش کیا ہے۔ آپ واضح فرماتے ہیں کہ کسبِ معاش میں افراط و تفریط سے کام لینے کی بجائے جائز اور صحیح ذرائع معاش کو اختیار کیا جائے۔

3. حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عرب و عجم سمیت دنیا بھر کے تمام مذاہب اور ملل کا جائزہ لینے کے بعد ممکنہ طور پر متفق علیہ چند اخلاقِ فاضلہ کی تعیین کی جائے، پھر انہیں مدنظر رکھتے ہوئے ذرائعِ معیشت اختیار کیے جائیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ذرائعِ معیشت اختیار کرنے سے قبل سابقہ ادوار کی ایجادات کو بھی پیشِ نظر رکھنے کی تلقین کرتے ہیں، تاکہ بوقتِ ضرورت اس ٹیکنالوجی سے استفادہ کرتے ہوئے تجربات کی روشنی میں آگے بڑھا جائے۔

4. حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مضبوط معاشی نظام باہمی معاونت کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا، کیونکہ افرادِ معاشرہ مختلف النوع اور مختلف الطبع ہونے کے سبب اشیائے مختلفہ کے محتاج ہوتے ہیں، اس لئے ان حاجات کی تسکین کے لئے تعاونِ باہمی از حد ضروری ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بالتصریح فرماتے ہیں کہ افزائشِ مال بذاتِ خود

مستحسن عمل ہے، لیکن اگر اس میں باہمی تعاون کی صورتیں نہ پائی جائیں تو یہ معاشی عمل ممدوح کی بجائے مذموم قرار پائے گا۔

5. حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیدائشِ دولت کا اصل الاصول ان قدرتی مادی اشیاء کی حفاظت کرنا ہے، جن پر کسی کا قبضہ نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے آپ انتہائی شرح وبسط کے ساتھ احیائے اموات (بنجر زمینوں کی آباد کاری) کے اصول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زمین کو ابتدا میں آباد کرنے والا ہی اس کا مالک متصور ہو گا